تذکرۃ الرشید

حصہ اول

بامتثال امر صاحبزادہ حضرت مولانا الحافظ الحکیم مسعود احمد صاحب ادام اللہ ظلہ

(و تعمیل ارشادات)

سید المحدثین حضرت مولانا المولوی محمود حسن صاحب دیوبندی و قدوۃ الافاضل حضرت مولانا المولوی عبد الرحیم صاحب رائپوری و سند المتکلمین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبہٹوی ادام اللہ ظلہم

بندہ ضعیف

عاشق الٰہی عفی عنہ نے جمع اور مرتب کیا اور حضرت مولانا الحافظ الحاج المولوی خلیل احمد صاحب کے

من اولہ الی آخرہ الا لبعض الحواشی ملاحظہ کرا لینے کے بعد بلالی سٹیم پریس ساڈھورہ میں طبع کرایا

صرف خاص [illegible] المطابع میرٹھ میں باہتمام اصغر حسین مالک و مہتمم چھپوایا

خاندان میں مولانا محمد نقی صاحب کی ہمشیرہ کے ساتھ شادی ہوئی - مولانا محمد تقی صاحب مرحوم مولوی محمد شفیع صاحب مدظلہ کے بڑے بھائی تھے جو ایام غدر میں شہید ہوئے رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً -

مولانا محمد نقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا قدس سرہ کے خسر بھی ہیں اور ماموں بھی کیونکہ آپ کی صاحبزادی بی بی خدیجہ حضرت مولانا قدس سرہٗ سے بیاہی تھیں - یہی عفت مآب خاتون جنکو قطب عالم کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا صاحبزادگان جناب حکیم مولانا مولوی مسعود احمد صاحب اور مرحوم و مغفور مولانا مولوی محمود احمد صاحب و نیز صاحبزادی صاحبہ صفیہ خاتون سلمہا زوجہ محمد ابراہیم صاحب کی والدہ ماجدہ ہیں - حضرت مولانا قدس سرہٗ کے والد ماجد مولانا ہدایت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ میں مقدس عالم اور دین معتقد بزرگ تھے اپنے علم پر عامل اور ریاضت کش صاحبدل شیخ تھے علم ظاہری یعنی شریعت میں علماء اہل خانقاہ خاندان حجۃ اللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ سے تلمذ کا شرف حاصل تھا اور علم باطنی یعنی طریقت میں شاہ غلام علی صاحب مجددی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے توسل تعلق ارادت قائم تھا چونکہ مولانا مرحوم اپنے شیخ کے مخلص عقیدتمند اور منظور نظر مرید تھے اسلئے مولویت و علم شریعت بیضاء کے ساتھ اصلاح نفس اور سلوک و تصوف کے دریائے مواج کا بھی وافر حصہ لئے ہوئے تھے - زود نویسی اور خوشخطی میں اسقدر مشاق تھے کہ کتابیں کی کتابیں لکھ ڈالیں اور قلمبرداشتہ بھی لکھیں تو ایسی صاف اور خوشخط گویا بارہیں موتی پرودئے چنانچہ مولانا کے ہاتھ کی لکھی ہوئی متعدد کتابیں اب تک موجود اور قلمی نسخوں میں صاحبزادہ جناب حکیم مسعود احمد صاحب کے صندوق میں رکھی ہوئی ہیں - جناب مولوی ہدایت احمد صاحب کو عملیات اور تعویذ گنڈوں سے بھی مناسبت تھی - حُب و بغض اور تسخیر وغیرہ اعمال کا فی الجملہ شوق تھا مولوی حبیب الرحمن صاحب کا بیان ہے کہ مولانا اپنے شیخ حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے مجاز یعنی خلیفہ طریقت بھی تھے

مولانا مرحوم نے ساڑھے پینتیس سال کی عمر میں ماہ جمادی ۱۲۵۲ھ ہجری بمرض ماشرہ گورکھپور میں انتقال فرمایا - جسوقت یہ باپ کا سایہ عاطفت حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کے سر سے اٹھا ہے اُسوقت حضرت کی عمر صرف سات برس کی تھی اور اس یتیم نونہال کی پدرانہ پرورش آپکے جد امجد قاضی پیربخش صاحب نے فرمائی - مولوی ہدایت احمد صاحب کے دو صاحبزادے اور تھے جن میں ایک حضرت مولانا سے چند سال بڑے اور فارسی کی ابتدائی کتابوں میں حضرت مولانا کے اُستاد بھی تھے جنکا نام مولوی عنایت احمد تھا اور دوسرے حضرت مولانا سے چھوٹے جنکا نام سعید احمد تھا انہوں نے والد صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد بعمر نو سال وفات پائی - تینوں حقیقی بھائیوں کی دو بہنیں تھیں حقیقی ایک بہن حقیقی سب سے بڑی مسماۃ نصیبا ہیں اور دوسری بہن علاتی تھیں جنکا نام امۃ الحق تھا +

درس میں فرمایا کہ لوگ زیرِ ناف کے بال غسلخانوں میں لیا کرتے ہیں اور سامنے چھوڑ دیتے ہیں بُرا کرتے ہیں جس جگہ کے بال کا بحالت اتصال جسد دیکھنا حرام ہے بعد انفصال بھی دیکھنا حرام ہوگا" اسپر قاضی جی بولے "مگر بزرگوں کا" آپکی بات پر سب لوگ حتیٰ کہ شاہ صاحب بھی ہنس پڑے۔

زمانہ طالبعلمی میں حضرت مولانا اپنی پڑھی ہوئی کتابوں کے پڑھانے کی طرف بھی شوق ظاہر فرمایا کرتے تھے مگر اُسوقت جبکہ اپنے کام سے فارغ ہو جائیں اور کچھ حرج واقع نہ ہو چنانچہ سب سے پہلی جماعت جنکو حضرت نے دہلی میں سبق شروع کرایا وہ ہے جس میں ملا محمود دیوبندی شامل تھے اور ان کے بعد آپکی شاگردی کا فخر آپ کے ماموں زاد بھائی مولوی ابو النصر اور دوسرے ماموں زاد بھائی یعنی حکیم مسعود احمد صاحب کے حقیقی ماموں مولوی ابو القاسم صاحب کو حاصل ہوا جو بعد میں بعہدہ انسپکٹری پولیس ڈپٹی مامور ہوئے۔ گنگوہ میں اول التلامذہ جناب سید مومن علی صاحب ہیں۔

نکاح

ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت قدس سرہٗ کے چار حقیقی ماموں تھے جن میں بڑے ماموں مولانا محمد تقی صاحب کی صاحبزادی مسماۃ خدیجہ خاتون سے آپکا رشتہ قرار پایا تھا۔ مولوی محمد تقی صاحب خاندان قادریہ میں شاہ سیف اللہ صاحب نارنولی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اور مجاز تھے۔ نہایت پابند شرع اور عاشق سنت شیخ تھے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے عبادات میں اتباع کرنے کا تو کیا پوچھنا عادات میں متابعت کا اس درجہ خیال تھا کہ رفتار و گفتار میں بھی نبوی طرز کی آپکو دھن تھی۔ مولوی محمد تقی صاحبؒ کی یہ بات مشہور ہے کہ آپکو جس چیز کے متعلق یہ معلوم ہو گیا کہ طبعاً پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس چیز کی طرف رغبت تھی حضرت مولانا بلا تامل اُس چیز کا تناول اپنا معمول ٹھیرا لیتے اور چاہے مضر ہی کیوں نہ پڑے مگر اُسی پر مداومت فرمایا کرتے تھے مولانا ممدوح جھجر کی ریاست میں فوجی ملازم تھے اور آقا کے جان نثار خیر خواہ۔ ایام غدر میں آپ مفسدین کے ساتھ نہ تھے بلکہ اُس جماعت میں تھے جسکے غنیم سے لڑنے کی غرض سے دو حصہ کر دیئے گئے تھے کہ ایک دستہ آج میدان جنگ میں جائے تو کل کو دوسرا۔ آپ بلحاظ تقسیم ایک گروہ میں منقسم ہوئے تھے مگر شوق شہادت اور سرکار کی جان نثاری میں مقتول ہو جانیکی تمنا آپ پر اس درجہ غالب تھی کہ ہر دو گروہ میں شریک ہوتے اور روزانہ میدان جنگ میں چلے آیا

کرتے تھے۔ دل اشتیاق وصال میں بیتاب ہوتا تھا اور قلب انتظار حصول لقا میں بے چین۔ دن بھر اسی جستجو میں تلوار کے قبضہ پر قبضہ کئے گھوڑے پر سوار بھاگتے دوڑتے باغیوں کو مارتے گزر جاتا اور شام کو بے نیل مرام خیمہ گاہ پر واپس آتے تو افسوس کرتے اور بعض وقت رو بھی دیتے تھے کہ ہائے یہ ناکارہ جان منظوری محبوب کے قابل نہیں ہے۔ آخر جس دن جنگ کا خاتمہ اور قصہ نوابی کا آخری فیصلہ تھا اس روز مولانا محمد تقی صاحب نے فوجی لباس پہنا ہتھیار زیب تن کئے اور غمزدہ آواز سے فرمایا کہ "آہ ایک وہ خوش قسمت بندگان خدا ہیں جو اپنے آقا کی نذر ہو رہے ہیں اور حیوٰۃ اخروی حاصل کر رہے ہیں اور ایک ہم حسرت زدہ ہیں کہ بدن پر ایک زخم بھی نہ آیا" اس کلام کے بعد جب میدان کی طرف رخ کیا اور لڑائی میں جانے لگے تو اپنے وفادار نوکر کو بلایا جس کا نام بندو تھا (یہ شخص گنگوہ کا رہنے والا اور مولانا کا قدیمی تنخواہ دار ہمراہی تھا) کہ "میاں بندو اول تو مجھے امید نہیں کہ یہ عزت مجھے حاصل ہوگی مگر شاید میں آج کی لڑائی میں مارا جاؤں پس اگر مرنے سے پہلے میں کچھ بولوں اور بات کروں تو مجھے غسل دینا اور نعش کو نہلا کر دفن کر دینا اور اگر فوراً میرا دم نکل جائے تو انہیں خون آلودہ کپڑوں میں مجھے دفنا دینا جس میں میرا دم نکلے" یہ آخری وصیت فرما کر مولانا رحمۃ اللہ علیہ دو ہلا بنے ہوئے جنگ کے ہولناک منظر کی طرف لپکے اور وار پر وار شروع کئے۔ چہرہ پر بجائے گھبراہٹ و سراسیمگی کے سکون و طمانیت اور بجائے وحشت و پریشانی کے مسکراہٹ و بشاشت تھی بجلی کی طرح کوندتے اور پھرتی کے ساتھ ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے ادھر نکل جاتے تھے یکے بعد دیگرے دو باغیوں کو قتل کیا اور تیسرے کے چہرہ پر پھرسے کا نشانہ لگایا۔ بندوق کا فیر ہونا اور گولی کا نکلکر چلنا تھا کہ خود بھی چلا اٹھے اور سفر آخرت کا تہیہ کر دیا۔

بندو کا بیان ہے کہ میاں کی آواز جس وقت میں لپکا اور میدان جنگ سے اٹھا کر لایا ہوں تو بدن سے خون کے فوارے جاری تھے اور جوش کے ساتھ اُبل اُبل کر زخم سے بہہ رہا تھا مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ خون تھا یا مشک کیونکہ جیسی خوشبو میں نے اس روز خون میں سونگھی آج تک ایسی خوشبو سونگھنے کا مجھے اتفاق نہیں ہوا۔ مولانا شہید کا مزار دہلی میں پیش قلعہ پرانی شہری مسجد کے شمالی جانب پیلو میں ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب کی عمر شریف اکیس سال کی تھی کہ آپ کے دادا جو بجائے مرحوم باپ کے آپ کی تربیت و سرپرستی فرماتے تھے اور والدہ ماجدہ جن کا سایہ عاطفت آپ کے سر پر قائم تھا ماموؤں کا تقاضا ہوا کہ نکاح ہو جائے پس چونکہ خطبہ یعنی منگنی اور نسبت کی تجویز پہلے ہی پختہ ہو چکی تھی اسلئے دہلی سے واپس

علماءِ دیوبند

کے

واقعات و کرامات

حافظ مومن خان عثمانی

علماء حق علماء دیوبند کے اکابر اولیائے کرام ومجاہدین عظام کی جدوجہد،
بے مثال قربانیوں، تقویٰ وتوکل، اخلاص وللّٰہیت،
عجز وانکساری، تزکیہ نفس، رجوع الی اللہ کے
ایمان افروز واقعات اور کرامات

مرتب

حافظ مومن خان عثمانی
خطیب مرکزی جامع مسجد فاروق اعظم کٹھائی

المیزان ناشران وتاجران کتب
الکریم مارکیٹ اُردو بازار، لاہور پاکستان فون: ۰۴۲-۳۷۱۲۲۹۸۱,۳۷۲۱۲۷۶۲

عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ

سلسلہ مطبوعات-۳۱۶

سن اشاعت ۲۰۱۰ء

محمد شاہد عادل نے

حاجی حنیف پرنٹرز سے چھپوا کر

المیزان اُردو بازار لاہور سے شائع کی۔

حضرت گنگوہیؒ کی اہلیہ کی استقامت

حضرت مولاناؒ کی اہلیہ محترمہ جن کے والد ماجد مولوی محمد تقی صاحب ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شہید ہو چکے تھے، انہوں نے جب حضرت کی گرفتاری کی خبر سنی تو خدا کا شکر ادا کیا کہ حق کی راہ میں باپ شہید ہوا اور خاوند جیل میں ہے۔ (بیس بڑے مسلمان: ۱۶۸)

جیل کی سلاخوں کے پیچھے

حضرت مولانا گنگوہی تین چار یوم کال کوٹھڑی میں بند رہے اور پندرہ روز جیل خانہ میں رہے۔ تحقیقات اور پیشی پر پیشی ہوتی رہی۔ آخر عدالت سے حکم ہوا کہ واقعہ تھانہ بھون کا ہے اس لئے مقدمہ مظفر نگر منتقل کیا جائے۔ چنانچہ حضرت مولانا گنگوہیؒ ننگی تلواروں کے پہرہ میں دیوبند کے راستہ سے دو پڑاؤ کر کے پا پیادہ مظفر نگر لائے گئے۔ اور مظفر نگر کے جیل خانہ کی حوالات میں بند کر دیئے گئے۔ دیوبند کے قریب سے جب مولانا گنگوہیؒ گزرے تو مولانا محمد قاسم صاحب مقررہ راستہ سے کچھ ہٹ کر بغرض ملاقات پہلے سے آکھڑے ہوئے تھے، گو خود بھی ان کا وارنٹ تھا اور روپوش زندگی گزار رہے تھے، بے تابی شوق نے اس وقت انہیں چھپنے نہیں دیا، دور سے سلام ہوئے، ایک دوسرے کو دیکھا اور مسکرائے۔ (بیس بڑے مسلمان: ۱۶۸)

ہم نے تو پہلے ہی کہا تھا

ایک مرتبہ ایک شخص تشریف لایا اور اس درجہ عقیدت کا اظہار کیا کہ کوئی اس پر شک نہیں کر سکتا تھا کہ یہ حضرت کا معتقد نہیں ہے۔ جس وقت حضرت کے سامنے آیا اور درخواست بیعت کی تو حضرت نے جھڑک دیا اور فرمایا، جاؤ میرے یہاں تمہارا کام نہیں ہے، میں ہرگز مرید نہیں کروں گا۔ یہ حضرت روئے اور حضرت کے متعلقین سے سفارش کرائی مگر جس نے بھی سفارش کی اس کو بھی یہی جواب ملا، میں کہہ چکا ہوں کہ نہیں مرید کروں گا، اس کو کہہ دو یہاں نہ ٹھہرے، اگر نہ جائے تو نکال دو اور اسباب باہر پھینک دو۔

حضرت کی اس بے رخی پر لوگوں کو بھی افسوس ہوا۔ مگر سوائے تعمیل حکم کے کوئی چارہ نہ تھا۔ اس کا اسباب خانقاہ سے باہر کر دیا۔ اس پر بھی وہ حسن عقیدت کا اظہار نہ چھوڑتا تھا اور رو